ڈاکٹر ذاکر حسین کی یاد میں
انوکھی دُکان
خالص شہد
نیشنل بُک ٹرسٹ، انڈیا

انوکھی دُکان

اور

مُنّی کی مانو

قدسیہ زیدی

نیشنل بُک ٹرسٹ، انڈیا
نئی دہلی

مارچ ۱۹۷۱ء (چیترا ۱۸۹۳)

قیمت :- ۲/۵۰

ANOKHI DUKAN
(URDU)

تقسیم کار
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

سکریٹری نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے لبرٹی آرٹ پریس
(پروپرائٹر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) دریا گنج دہلی سے چھپوا کر شایع کیا۔

"تم ذرا بیٹھو تو میں بات کروں" بیرم نے ایک خالی کرسی خیرو کی طرف بڑھادی۔ جب خیرو اُس پر آرام سے بیٹھ گیا۔ تو بیرم نے یوں بات شروع کی: "بھئی میں بہت دِنوں سے سوچ رہا تھا کہ کچھ کار و بار شروع کروں۔ روپیہ تو میرے پاس کافی ہے۔ اس سے ایک بڑی دُکان چل سکتی ہے۔ لیکن یہ کام میرے اکیلے کے بس کا نہیں۔ ایک ہاتھ بٹانے والا ضرور ہونا چاہیئے جو پارسل باندھے اور دُکان کی صفائی وغیرہ کرتا رہے۔"

دُکان کا نام سُن کر خیرو خوشی سے اُچھل پڑا اور بولا: "بھئی خُوب سوجھی، نیکی اور پوچھ پوچھ، میں تو ہمیشہ سے تجارت کے حق میں ہوں۔ میرے خیال میں تو ترکاری

کی دُکان سے بہتر کوئی کار و بار ہی نہیں۔ اور رہا کام
کرنے والے کا سوال، تو بھئی یہ تو ساجھے کی دُکان ہوگی
میں اور تُم مِل کر کام کرلیا کریں گے۔ جب میں کام کیا کروں
تو تُم سولیا کرو اور جب تُمھاری کام کی باری ہوگی تو
میں آنکھ جھپکا لیا کروں گا۔"

اِس بات پر دونوں راضی ہوگئے۔ اب یہ سوال پیدا
ہوا کہ کاہے کی دُکان ہو اور کہاں ہو۔ بیَرم نے کہا: "خیرو
صرف ترکاری کی دُکان تو کُچھ اچّھی نہیں رہے گی۔ کیوں کہ
ترکاری کی دُکان پر کبھی زیادہ رونق نہیں ہوتی۔ میرے
خیال میں تو ہماری دُکان میں سبھی قِسم کی کھانے پینے
کی چیزیں ہونا چاہئیں۔ اور شہد تو ہم ضرور ہی رکھیں گے

کیوں کہ ہماری بستی کے رہنے والوں کو شہد کی ضرورت بہت پڑتی رہتی ہے۔ اور بھئی شہد ہی ایک ایسی چیز ہے جو دوائی بھی ہے اور مٹھائی بھی۔ ہمارے حکیم جی بھی اپنے نسخے میں اکثر شہد لکھتے ہیں۔"

خیرو یہ سُن کر بیرم کی سمجھ بوجھ کا قائل ہوگیا اور بولا: "بھئی میرا تو اِس طرف خیال ہی نہیں گیا تھا۔ تُم ٹھیک کہتے ہو ہم اپنی دُکان میں ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں رکھیں گے۔ مگر بیرم یہ دُکان ہم کھولیں گے کہاں میرا اور تمھارا گھر تو اِس قابل ہے نہیں؟"

دونوں گہری سوچ میں پڑ گئے۔ یکایک بیرم خُوش ہوکر بولا: "خیرو خُوب یاد آیا، بی لومڑی کے چھ سات گھر ہیں

ہم اُن میں سے ایک گھر کرائے پر لے لیں گے اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ کرایہ ادا کردیا کریں گے۔" بس پھر کیا تھا دونوں لومڑی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پُہنچ کر دروازہ کھٹ کھٹایا تو لومڑی کے بچّے نے کھڑکی سے مُنھ نِکال کر کہا: "بی امّاں تو باہر گئیں ہیں، ابھی آتی ہوں گی، آپ ہال کمرے میں آکر بیٹھ جائیے۔" یہ دونوں اندر جاکر آرام سے بیٹھ گئے اور لومڑی کی راہ دیکھنے لگے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد بی لومڑی آگئیں۔ مُنھ میں ایک مُرغی پکڑ رکھّی تھی۔ سانس پھولا ہوا تھا، ایسا معلُوم ہوتا تھا کہ بہت تیزی سے بھاگ کر آئی ہیں۔ لومڑی نے جب اِن دونوں کو بیٹھے دیکھا تو کُچھ جھینپ سی گئی۔ مُرغی کو فرش پر رکھتے

ہوئے. بولی: "آہا! آپ ہیں کہئے کیسے آنا ہوا؟ تم بیٹھو میں ابھی آئی ذرا یہ مُرغی باورچی خانے میں رکھ آؤں۔"

مُرغی رکھ کر واپس آئی تو بولی: "بچّوں کا دل آج مُرغی کے کباب کھانے کو چاہ رہا تھا۔ ان کے لئے یہ مُرغی دس آنے میں خرید کر لائی ہوں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ کہیں سے یوں ہی اُٹھا لائی ہوں۔" یہ سُن کر بیَرم اور خیرَو ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مُسکرائے۔ انھیں خُوب معلُوم تھا کہ لومڑی مُرغی کہاں سے لائی ہے۔ خیرَو کی تو کچُھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے مگر بیَرم تھا ہوشیار، فوراً بولا: "توبہ! توبہ! کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم تمُھارے بارے میں اِس قسم کا خیال بھی دِل میں لائیں۔ تمُھیں تو سارا گاؤں جانتا

ہے لومڑی نے اپنی تعریف جو سُنی تو خُوش ہوکر بولی :
" تمھارا شکریہ ۔ کہو میں تمھاری کیا خدمت کروں؟" بیرم نے
لومڑی کو دُکان کھولنے کی ساری تجویز بتائی جس پر لومڑی
بولی " یہ تو بہت کام کی بات بتائی ۔ دُکان کے کُھلنے سے
تُم دونوں کے دوستوں کو بہت آسانی ہوجائے گی "
خیرو نے کہا : " دوستوں کے لئے تو ہم یہ دُکان کھول
ہی رہے ہیں "
بیرم بولا : " جِس خاص بات کے لئے ہم آئے تھے وہ
تو ہم نے تم سے پوچھی ہی نہیں ، وہ جو چوہیا روڈ پر
تمھارا پانچ نمبر کا مکان ہے نا ، جِس میں بڑی بڑی شیشے دار

کھڑکیوں کی بیٹھک ہے وہ تُم ہمیں کرائے پر دے دو۔"
خیرو جھٹ بول اُٹھا: "اور کرایہ میں ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو خود پہنچا دیا کروں گا۔" لومڑی یہ سُن کر کسی گہری سوچ میں پڑ گئی۔ اور کچھ دیر کے بعد بولی "مکان تو خالی ہے تُم بڑی خُوشی سے وہاں دُکان لگا لو مگر بھئی میں تُم دونوں سے کرایہ لوں، یہ مُجھ سے نہ ہو گا۔ میں دوستی میں اس قِسم کی بات کو ٹھیک نہیں سمجھتی۔ جو میرا ہے وہ آپ کا ہے اور جو آپ کا ہے وہ ......" اتنا کہہ کر لومڑی کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔
خیرو نے کہا: "بیشک بیشک ہمیں تُم سے یہی اُمّید تھی اور دوستی ہے بھی اِسی کا نام، وہ دوست ہی کیا جو ضرورت

کے وقت دوست کے کام نہ آسکے۔"

بیرم نے کہا: "تو بی لومڑی لائیے اِس گھر کی چابی ہمیں دے دیجئے۔" لومڑی نے اندر کے کمرے سے چابی لاکر بیرم کو دے دی۔ یہ دونوں چابی لےکر خُوشی خُوشی اپنے گھر آئے بیرم نے خیرو سے کہا: "خیرو یہ ترکاری کا تھیلا تُم گھر پُہنچا آؤ، تمھارے بیوی بچّے تُمھاری باٹ دیکھ رہے ہوں گے۔ جب تُم لوٹ آؤ گے تو ہم دونوں چل کر گھر دیکھ لیں گے اور اگر صفائی کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی کرکے کل تک دُکان بالکل تیّار کرلیں گے۔"

خیرو تھیلا ہاتھ میں لےکر جلدی جلدی قدم بڑھاتا گھر کی طرف روانہ ہوا — بیرم اِس بھاگ دوڑ میں ذرا

تھک سا گیا تھا اور کچھ بھوک سی لگ رہی تھی۔ گھر
پہنچتے ہی اُس نے شہد کا مرتبان کھولا اور شہد نکال کر
چاٹنے لگا۔ پھر رومال سے مُنھ ہاتھ پونچھ کر کپڑے بدلے
اور چلنے کو تیار ہوگیا۔ دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ
خیرو آگیا اور دونوں مل کر چوہیا روڈ کی طرف روانہ ہوگئے۔
پانچ نمبر مکان پر پہنچے اور دروازہ کھول کر اندر گئے تو دیکھا
کہ بہت کوڑا کباڑ پھیلا ہوا ہے، جگہ جگہ پرندوں کے پر
پڑے ہیں کہیں ہڈّیوں کے ڈھیر لگے ہیں۔

بیرم نے کہا: "خیرو مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ میں تو اس
مکان میں اپنی دُکان نہیں لگاؤں گا۔"

خیرو نے پوچھا: "کیوں کیا بات ہے، کیا اِس کوڑے

کرکٹ سے ڈر گئے؟ تم گھبراؤ نہیں، میں اِسے ابھی صاف
کئے دیتا ہوں۔"
بیرم نے کہا: "نہیں نہیں، میں اِس سے تو نہیں گھبرایا
مگر میرا خیال ہے کہ یہ پر اور ہڈّیاں ان پرندوں کی ہیں
جو لومڑی چُرا چُرا کر لاتی ہے اور یہاں چُھپ کر چٹ کرجاتی
ہے۔ اگر یہ چوٹّی ہے تو بھئی کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری
دُکان سے بھی چیزیں چُرانا شروع کردے۔"
خیرو بولا "نہیں بیرم! میرا خیال ہے کہ وہ ہمارے ساتھ
ایسا نہیں کرے گی۔ ہماری اُس کی دوستی تو بہت پُرانی
ہے۔ اور اگر یہ بات ہوتی تو وہ اتنی جلدی اپنا اِتنا بڑا
مکان ہمیں مُفت دینے پر کیسے تیّار ہوجاتی۔ دوسرے یہ کہ

ہم جو دُکان میں موجود ہوں گے ہمارے یہاں ہوتے ہوئے وہ کیسے چُرا سکتی ہے ؟"

بیرم نے کہا : "ممکن ہے تُمھارا ہی خیال ٹھیک ہو اچھّا تو اب چلو جلدی سے صفائی کریں تاکہ کل منڈی سے چیزیں لاکر دُکان ٹھیک کریں۔ تُم جھاڑو دو ، میں کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشے صاف کرتا ہوں ، پھر تُم جالے اُتارلینا۔"

خیرو جھاڑو دینے لگا ، بیرم نے شیشے صاف کئے اور آرام سے بیٹھ کر اونگھنے لگا۔ جب خیرو صفائی کرچکا تو بیرم کو جگایا اور دونوں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ دوسرے دن صُبح سویرے دونوں جاکر منڈی سے چیزیں

لائے اور دُکان میں سجانا شروع کردیں۔ وہ ابھی مرتبان اور ڈِبّے سجا ہی رہے تھے کہ بی لومڑی آن دھمکیں اور بولیں: "اُفّوہ! تمھاری دُکان تو بہت اچّھی ہے، اسے دیکھ کر میرا دل بہت خُوش ہوا، مگر ایک بات ہے اِس دُکان میں تُم نے مُرغیاں اور بطخیں تو رکھّی ہی نہیں۔ یہ چیزیں ضرور رکھنا۔ اکثر خریدنے والے یہی چیزیں خریدیں گے۔ اور ہاں کُچھ انڈے بھی رکھ لو تو بہت اچّھا ہوگا۔"

بیرم اور خیرو نے سوچا کہ لومڑی بات تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ جب وہ چلی گئی تو خیرو بولا: "کیوں میں نہ کہتا تھا کہ لومڑی ہماری دوست ہے۔ دیکھو تو کیسی اچّھی بات بتاکر گئی ہے۔"

بیرم نے کہا: "اچھا خیرو تم تو منڈی سے کچھ مُرغیاں بطخیں اور انڈے لے آؤ۔ میں ان چیزوں کے رکھنے کا انتظام کرتا ہوں"

خیرو جلدی سے جاکر یہ سب چیزیں لے آیا۔ بیرم نے انڈے ایک ٹوکری میں رکھ دیئے تاکہ خریداروں کو نظر آتے رہیں۔ اور پاس ہی ایک جالی کے ڈربے میں مُرغیاں اور بطخیں بند کردیں۔ ایک پیالے میں پانی رکھ کر کچھ دانہ اُن کے سامنے ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے اندر اندر سارے بن بسے میں یہ خبر پھیل گئی کہ خیرو اور بیرم نے مِل کر ایک بہت بڑی دُکان کھولی ہے۔ بس پھر کیا تھا، بیرم اور خیرو کے سب دوست

دُکان دیکھنے اور خیرو اور بیرم کو مُبارک باد دینے کے
لئے آنے لگے۔ دوستوں کے ساتھ ان کی بیویاں اور بچّے
بھی آئے۔ تم جانو بیویوں کی بات کہ۔ اگر کسی دُکان
میں اِنھیں کوئی اچّھی چیز نظر آجائے تو ضرورت ہو یا
نہ ہو، اُسے ضرور خرید لیں گی۔ چنانچہ چوہیوں، خرگوشنیوں
اور گلہریوں نے خُوب چیزیں خریدیں۔ چوں کہ صرف دُکان
دیکھنے اور مُبارک باد دینے آئیں تھیں، جلدی میں بٹوے
لانا بھُول گئیں تھیں اِس لئے اگلے مہینے کی پہلی تاریخ
کو دام دینے کا وعدہ کرکے سب نے خُوب چیزیں
خریدیں۔ ماؤں کو خریدتے ہوئے دیکھ کر بچّوں نے بھی
چیزیں مانگنا اور رونا شروع کیا اور ساری دُکان کو

سر پر اُٹھا لیا۔ اُن کو بہلانے اور چُپ کرنے کے لئے بیرم اور خیرو نے مُٹھیاں بھر بھر کر کھٹّی میٹھی گولیاں دینا شروع کردیں۔ اِس وقت بیرم، خیرو اور سب بستی والے خُوش تھے۔ جب یہ سب چلے گئے اور صرف خیرو اور بیرم رہ گئے تو بیرم نے کہا: "خیرو مجھے تو بھُوک لگ رہی ہے تم یہاں رُکو تو میں گھر جاکر کچُھ کھا آؤں۔" خیرو نے کہا: "بھُوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے چلو دُکان تھوڑی دیر کو بند کردیں اور دونوں اپنے گھر جاکر کھانا کھا آئیں۔"

بیرم کِسی گہری سوچ میں پڑگیا۔ پھر بولا: "بھئی خیرو میں بتاؤں ایک بات۔ مجھے بھی بعض دفعہ ایسی سوجھتی ہے کہ

اپنی عقلمندی پر خود حیرت ہونے لگتی ہے۔ کیوں نہ ہم
دونوں اپنی دُکان ہی میں سے تھوڑی چیزیں کھا
لیا کریں اس طرح وقت بھی بچے گا اور خرچ بھی کم
ہوگا۔ پھر دُکان بند کرنے کی بھی ضرورت نہ رہے گی"۔
خیرو کا مُنھ خوشی سے چمک اُٹھا اور بولا: "تُم تو
واقعی بہت ہوشیار نِکلے" دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا
کھایا اور پھر کام کاج میں لگ گئے۔
چند دن کے اندر ہی اندر کام بہت بڑھ گیا،
تمام دن دُکان میں بھیڑ لگی رہتی اور ہر تیسرے چوتھے
روز دُکان کا سامان ختم ہوجاتا اور خیرو جاکر منڈی
سے اور سامان خرید لاتا۔ یہ دونوں شروع میں

بہت خوش تھے مگر تھوڑے دِن کے بعد اِنھیں کچھ تھکن سی محسوس ہونے لگی۔

ایک دِن شام کو صندوقچی کھول کر دیکھا تو پیسے بہت کم نکلے۔ دونوں بہت سٹپٹائے۔ اِن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ دُکان کی چیزیں کہاں گئیں۔ بیّرم کو بہت غُصّہ آرہا تھا۔ خیرّو وہاں سے اُٹھ کر کسی کام کو چلا گیا تھا۔ بیّرم نے اُسے کڑی آواز میں پُکارا "خیرّو! اِدھر آؤ" خیرّو آواز سُنتے ہی جلدی جلدی مُنھ پوچھتا ہوا آیا۔ بیّرم نے کہا: "کہاں گئے تھے تم؟" خیرّو نے کہا اتنے تھوڑے سے پیسے دیکھ کر میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ تھوڑی سی گوبھی کھانے گیا تھا۔" بیّرم نے کہا:" خیرّو تم بیٹھ جاؤ

اور جو کچھ میں تُم سے پوچھوں اُس کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے جاؤ۔ کل جو مٹر اور گاجریں منڈی سے آئی تھیں وہ تُم نے کِس کے ہاتھ بیچیں؟" خیرو نے ہکلاتے ہوئے کہا: "وہ گا.... گا.... گاجریں تو میں....." اور یہ کہتے کہتے وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا۔

بیرم نے کہا: "اِس میں رونے کی کیا بات ہے۔ میں تو حساب ٹھیک کر رہا ہوں۔ اچھّا یہ تو ہوا گاجروں کا حساب، پر وہ مُرغیاں اور انڈے بھی تو نظر نہیں آتے؟"

خیرو نے کہا: "وہ تو لومڑی قرض لے گئی، ہر دوسرے تیسرے روز دوپہر کے وقت جب تم سو جاتے

ہو تو وہ آکر ایک مرغی اور کچھ انڈے لے جاتی ہے۔ اگر میں دینے سے اِنکار کرتا ہوں تو فوراً بڑے بڑے پنجے نکال کر کہتی ہے:۔ "میں مُفت تو نہیں مانگ رہی ہوں۔ قرض لئے جاتی ہوں۔ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ رقم دے دوں گی اور دوسرے تم اِس مکان کا کرایہ بھی تو نہیں دیتے۔ اگر میں ایک آدھ مُرغی تُمھارے بھانجی بھانجوں کے لئے یہاں سے لے بھی جاؤں تو یہ کونسی ایسی بڑی بات ہے۔ میں تو بھئی یہ سمجھتی ہوں کہ جو چیز میری ہے وہ آپ کی اور جو آپ کی ہے وہ...... خیر ایسی بات کہنے سے کیا فائدہ۔ لاؤ جلدی سے ایک مُرغی اور چار انڈے میرے تھیلے میں

ڈال دو۔ دیکھنا مُرغی کی گردن زور سے دبا لینا کہیں ایسا نہ ہو اُس کی چیخ پُکار سے بچارے بیّرم کی نیند خراب ہو جائے۔" اب تُم ہی بتاؤ کہ میں اِنکار کیسے کرسکتا تھا؟"

بیّرم خیرو کی بات سُن کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا: "ہائے غضب ہوگیا، مجھے تو پہلے ہی ڈر تھا کہ مکان مُفت دینے میں لومڑی کوئی چال چل رہی ہے، وہ ہر دوسرے تیسرے اسی طرح مُجھ سے بطخیں اور انڈے لے جاتی رہی اور چالاکی تو دیکھو ٹھیک اُس وقت آتی تھی جب تُمھاری سونے کی باری ہوتی۔"

خیرّو نے کہا: "چلو اچّھا ہوا۔ جلدی معلوم ہوگیا۔ اب

سے ہم اسے کوئی چیز قرض نہیں دیں گے۔ مگر بہرام میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ مٹھائی کے مرتبان کیسے خالی ہو گئے؟"

بہرام نے کہا: "مٹھائی تو میں نے دو چار دفعہ بچاری چوہیا کو تھوڑی مُفت دے دی تھی۔ اُس غریب کے پاس تو دام دینے کو ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔"

خسرو نے کہا: "خیر اِس میں کیا حرج ہے غریب دوست کی مدد ضرور کرنا چاہیے۔"

اِس کے بعد اوپر طاق میں رکھی ہوئی چیزوں کی باری آئی۔ تو خسرو نے کہا: "بہرام تُم مجُھ سے ملیے ہو، ذرا مرتبان کھول کر دیکھنا۔ شہد تو ہم نے بیچا ہی نہیں،

سب مرتبان بھرے رکھّے ہوں گے۔" بیرم نے ایک مرتبان نیچے اُتارا تو آدھے سے زیادہ خالی تھا دوسرا دیکھا تو ایسا معلُوم ہوتا تھا کہ کِسی نے مرتبان میں پنجے ڈال کر شہد نِکالا ہے۔

خیرو نے کہا: "بڑی اچنبھے کی بات ہے۔ شہد گیا تو کہاں گیا؟"

بیرم نے کہا: "مجھے خُود حیرت ہے، کیوں کہ ایک آدھ دفعہ ایک دو چمچیاں میں نے کھائی ہوں تو کھائی ہوں، اِس سے زیادہ تو مجھے یاد نہیں۔" خیرو کو بیرم کی بات سُن کر بہت ہنسی آئی اور بیرم بھی کچھ جھینپ کر مُسکرانے لگا۔

خیرو نے کہا: "بیرم میرا خیال ہے کہ ہم اِس دُکان

کو ختم کردیں باقی بچا ہوا شہد تُم کھالو اور ترکاریاں میں کھائے لیتا ہوں"

بیرؔم خُوش ہوکر بولا: "ہاں بہت اچّھا خیال ہے کیوں کہ بھئی کام بہت کرنا پڑتا ہے اور تمام دن خریدار اپنے جوتوں کے ساتھ ڈھیروں مٹّی دُکان میں لاتے ہیں جس کی وجہ سے تُم کو دو تین دفعہ جھاڑو دینا پڑتی ہے۔ اور اگر صبح کے وقت دُکان کُھلنے میں صرف دو تین گھنٹے کی دیر ہوجائے تو خریداروں کی بُری بھلی باتیں سُننا پڑتی ہیں"

خیرؔو نے کہا: "ایک بات سوچنے کی ہے۔ جب ہمارے دوست پوچھیں گے کہ دُکان کیوں بند کردی تو کیا

جواب دیں گے؟"
بیرم نے کہا: "کہہ دیں گے کہ جتنے روپے کمانا تھے کما لئے، زیادہ دردسری کیوں مول لیتے، اِس لئے دُکان بند کردی۔"
بس پھر کیا تھا۔ خیرو سبزیوں پر ٹوٹ پڑا اور بیرم نے ذراسی دیر میں سارے شہد کا صفایا کردیا۔ دو چار گھنٹے کے اندر ہی دُکان ختم ہوگئی اور بیرم اور خیرو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سیٹی بجاتے اُچھلتے کودتے لومڑی کو چابی واپس دینے کے لئے اس کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

مُنّی کی مانو

مُنّی کو بِلّیوں سے بہت پیار تھا۔ دو ایک بِلّیاں اُس کے گھر میں ہمیشہ رہتی تھیں۔ کُچھ دن ہوئے مُنّی کی پھُوپھی امّاں کے ہاں اُن کی بِلّی نے بڑے پیارے پیارے پانچ بچّے دیے۔ دو بھُورے اور تین لال۔ جب بچّے ذرا بڑے ہوگئے تو پھُوپھی امّاں نے ایک بھُورا اور ایک لال بچّہ مُنّی کو بھجوا دیا۔ بس پھر کیا تھا، مُنّی کی عید ہوگئی۔ سارا سارا دن اُن کو گود میں دبوچے پھرتی۔ بھُورے بچّے کا نام رکھّا سُندری اور لال کا مُندری۔

یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ انسان کے بچّوں کی
طرح بِلّی کے بچّوں میں بھی کوئی نیک ہوتا ہے اور کوئی
شریر۔ سُندری بہت نیک نِکلی۔ مگر مُندری بالکل شیطان
کی خالہ تھی۔ ہر کھانے کی چیز پہ نیت خراب، ہر سِلائی
کی چیز کی شامت۔ اگر مُنّی کی امّی مشین پر سینے بیٹھتیں
تو یہ بھی مشین کی ہتّھی کے پاس مُسلّط ہو جاتی اور امّی
کے ساتھ ساتھ پنجے سے ہتّھی گُھمانے کی کوشِش کرتی۔
مشین کے پاس سِلائی کے کپڑوں کے ڈھیر میں خُوب
خُوب آنکھ مچولی کھیلتی اور جی بھر کے لوٹ لگاتی۔ غرض
اس نے سب گھر والوں کا ناک میں دم کر رکھّا تھا۔
تُم یہ پوچھوگے کہ مُنّی کی امّی نے اِتنی شریر بِلّی کو
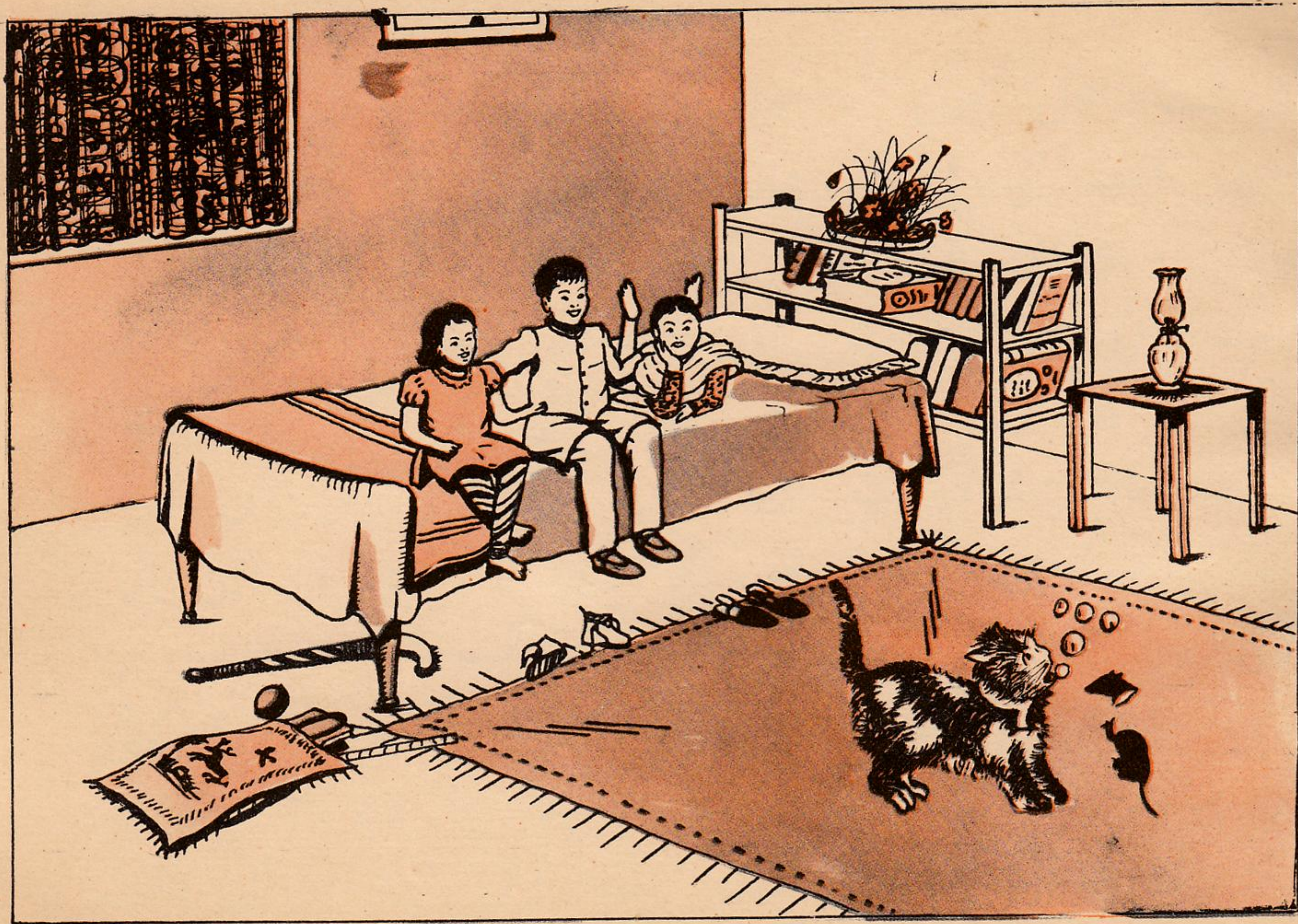
گھر سے نکال کیوں نہ دیا، اصل میں بات یہ تھی کہ مُندری بہت محبّت کی بِلّی تھی، جہاں کسی نے اِسے گود میں اُٹھایا وہ اِس پیاری طرح خُرخُر کرتی کہ آدمی کا جی چاہتا کہ اسے دل میں بٹھالے اور شرارت کرنے پر جب ڈانٹ پڑتی تو وہ فوراً اِس طرح لیٹ جاتی گویا کہہ رہی ہے "مجھے معاف کردو اب ایسا نہیں کروں گی" مگر اِس توبہ کے ایک ہی منٹ بعد اگر اُون کا گولا یا ایسی ہی کوئی اور چیز نظر پڑجاتی تو مُندری ایک دم لپک کر پہنچتی، پہلے تو گولے سے ہولے ہولے کھیلنا شروع کرتی مگر چند ہی منٹ میں اُسے اپنے پر قابو نہ رہتا اور رفتہ اُون سارے کمرے کے فرش پر، میز کی ٹانگوں

کے گرد اور کرسیوں کے چاروں طرف لپٹ جاتا اور ہزاروں اُلجھیڑے پڑکر گولا ختم ہوجاتا۔
مُندری جب کبھی ایسی اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتی تو سُندری اُسے ہمیشہ ٹوکا کرتی "مُندری آخر تمھیں ہو کیا جاتا ہے۔ تُم کیوں بی مُنّی اور اُن کی امّی کو تنگ کرتی رہتی ہو تمھیں شرم نہیں آتی۔ آخر لے دے کر دنیا میں کیا یہی کھیل رہ گئے ہیں کہ تُم میز پوش کے کونے سے لٹک جاؤ یا اُون کا ستّیاناس کردو۔ تُم باورچی خانے میں یا گودام میں جاکر چُوہیاں کیوں نہیں پکڑتیں؟"
یہ سُن کر مُندری ٹھنک کر جواب دیتی "بڑی آئیں کہیں سے اُستانی بن کر نصیحت کرنے۔ تمھیں کیا خبر اُون
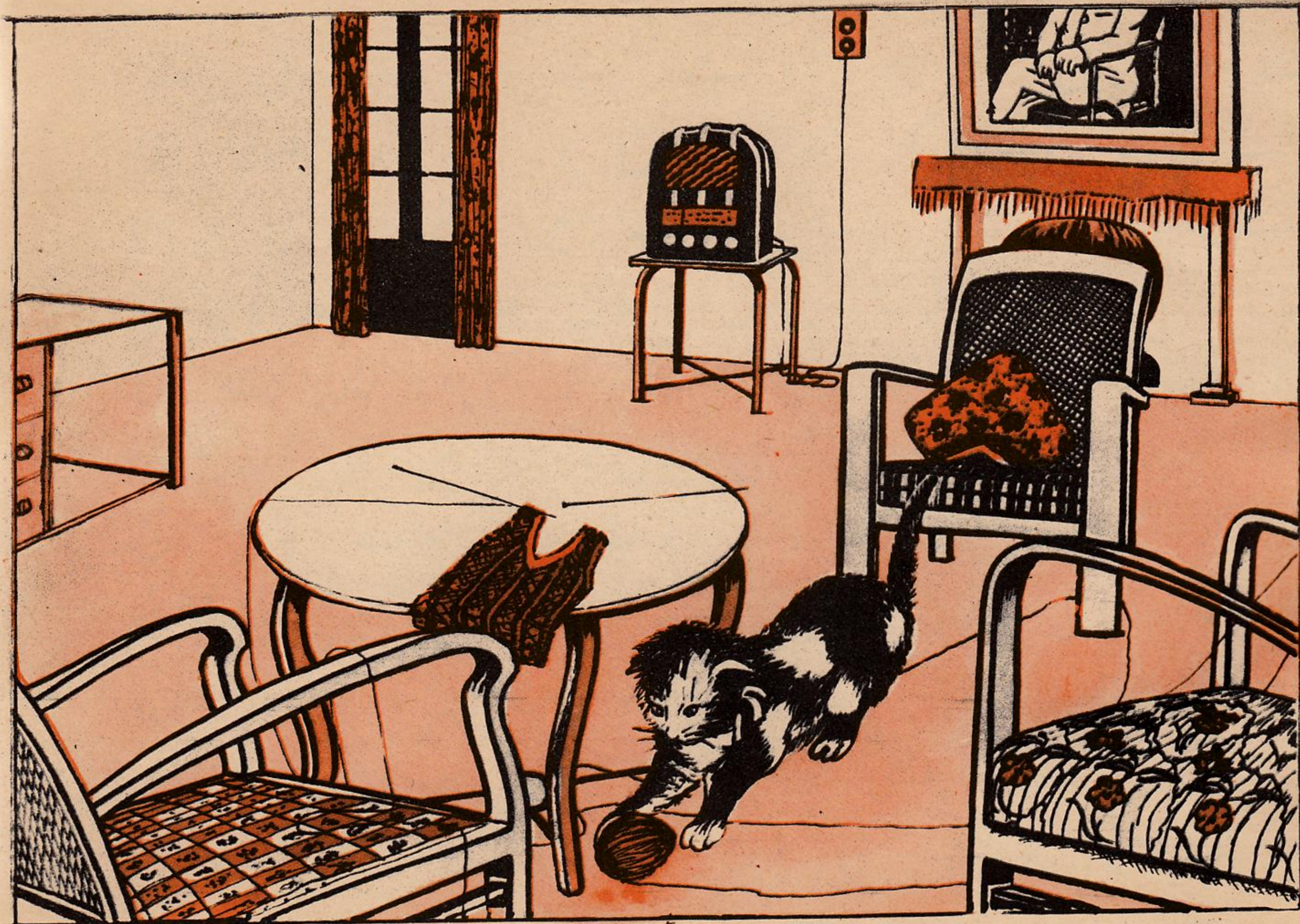
سے کھیلنے میں کِتنا مزا آتا ہے۔ جب میں میز پوش کے کونے سے لٹک کر جُھولتی ہوں تو بس یہ معلوم ہوتا ہے جیسے بی مُنّی اپنے جھولے میں بیٹھی جھول رہی ہیں تُم تو بُڑھیا ہو بُڑھیا۔ پرسوں اِتّفاق سے ایک چُوہیا کیا ہاتھ لگ گئی تھی کہ بس اپنے کو تیس مار خاں سمجھنے لگیں۔"

سُندری جل کر بولی: "جی ہاں! ہاتھ ہی تو لگ گئی تھی۔ یہ کیوں نہیں کہتیں کہ چُوہیا نے میرے پاس آن کر کہا تھا کہ بی سُندری ہمیں پکڑ لو۔ تُمھیں کیا خبر چُوہیا پکڑنے میں کِس قدر ہوشیاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ جہاں چُوہیا کی صُورت دیکھی فوراً تاک لگائی اور اُس کی نظر بچا کر اُس پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔"

"بس رہنے دو، بہت شیخی نہ بگھارو۔ جب میں بڑی ہوجاؤں گی تو ایک ایک دن میں سو سو چُوہیاں پکڑا کروں گی۔" مُندری نے جواب دیا۔

غرض کہ سُندری کو یقین تھا کہ مُندری کبھی تمیزدار بِلّی نہیں بن سکتی، چاہے وہ اسے سمجھا سمجھا کر بُڑھیا ہو جائے۔

ایک دن صُبح صُبح مُنّی ہاتھ مُنھ دھوکر ناشتہ کرنے نیچے آئیں۔ دسترخوان پر بیٹھنے سے پہلے اُنھوں نے دونوں بِلّیوں کو گود میں لے لیا۔ اور بولیں "آج پانی پت سے ہماری خالہ جان آئیں گی۔ وہ اپنے ساتھ وہاں کی بالائی اور پیڑے لائیں گی۔ میں بھی کھاؤں گی، سُندری، مُندری

کو بھی کھلاؤں گی۔" بالائی کا نام سُن کر دونوں بلّیاں بہت خوش ہوئیں اور زور زور سے خُر خُر کرنے لگیں۔
کوئی نو ساڑھے نو کا وقت ہوگا کہ مُنّی کی خالہ جان آن کر اُتریں۔ سب سے ملنے کے بعد اُنھوں نے ایک بڑی سی ٹوکری کھولی اور اُس میں سے تین ہنڈیاں نکالیں۔ پہلی ہنڈیا میں پانی پت کی مشہور بالائی تھی۔ دوسری میں سفید پیڑے اور تیسری میں پنڈیاں۔ مُنّی بولی "اُفّوہ! خالہ جان آپ تو اب کی دفعہ بہت سی چیزیں لائی ہیں"
خالہ جان بولیں "ہاں بی بی اس لیے زیادہ لائی ہوں کہ تمھاری امّی اور تم اپنی سہیلیوں کے ہاں بھی بھیج سکو۔"
مُنّی کی امّی نے تینوں ہنڈیاں لے کر وہیں نعمت

خانے پر رکھ دیں اور خود کسی کام سے چلی گئیں۔ خالہ
جان غُسل خانے میں جاکر نہانے لگیں۔ اتنے میں بی مُنّی
کے ماسٹر صاحب آگئے اور وہ پڑھائی میں لگ گئیں۔
سُندری اور مُندری دونوں وہیں بیٹھی رہیں۔ مُندری بولی
"میں تم سے نہ کہتی تھی کہ مجھے خالہ جان بالکل اچھّی نہیں
لگتیں۔ اتنا بھی تو نہ ہوا کہ ہمیں پیار ہی کرلیتیں۔ یا یہی
کہہ دیتیں کہ بہت سی بالائی اور پیڑے اِس لیے لائی
ہوں کہ تمھاری بِلّیاں جی بھر کر کھالیں۔"
سُندری بولی: "مُندری تُم بہت ہی بدتمیز ہو۔ آخر
وہ آتے ہی تُمھیں پیار کیوں کرنے لگتیں؟ وہ تو کچھ روز
رہنے آئی ہیں کسی وقت بُلا کر پیار کرلیں گی۔ اور رہا

بالائی اور پیڑوں کا حِصّہ تو بی مُنّی خود چاہے نہ کھائیں ہمیں ضرور دیں گی۔"

مُندری نے کہا: "تُم چاہے کُچھ ہی، کہو میں تو جب تک اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں گی کہ ہنڈیا میں کِتنی بالائی ہے، چین نہ لوں گی۔ تُم ذرا کی ذرا یہیں کھڑی رہو میں نعمت خانے پر چڑھ کر ابھی ایک منٹ میں دیکھ آتی ہوں۔"

سُندری ابھی کُچھ کہنے بھی نہ پائی تھی کہ مُندری نعمت خانے پر چڑھ بالائی کی ہنڈیا پر نازل ہو گئی۔ اور پنجے سے ایک کنارے کو نیچا کرکے دیکھنے لگی کہ اِس میں کِتنی بالائی ہے۔ بالائی کی ہنڈیا پہلے ہی کُچھ

ٹیڑھی رکھّی تھی مُندری کے چھُوتے ہی دھم سے زمین پر آرہی اور ساری بالائی فرش پر پھیل گئی۔ سُندری جو پاس ہی کھڑی تھی بالائی میں بالکل لتھ پتھ ہوگئی۔ ہنڈیا کے ٹوٹنے کی آواز پہُنچی تو سب گھر والے دوڑے آئے کہ دیکھیں یہ کیا آفت ہے۔ وہاں پہُنچے تو بِلّیوں کا کہیں نشان تک نہ تھا اور بالائی زمین پر گری پڑی تھی۔ سب فوراً سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو یہ مُندری کی کرتوت ہے۔ اب مُندری کی ڈُھنڈیا پڑی مگر مُندری سُندری دونوں وہاں سے غائب ہو گودام میں دُبک کر بیٹھ گئیں۔

سُندری نے کہا: "مُندری تجھے خدا غارت کرے، بھلا
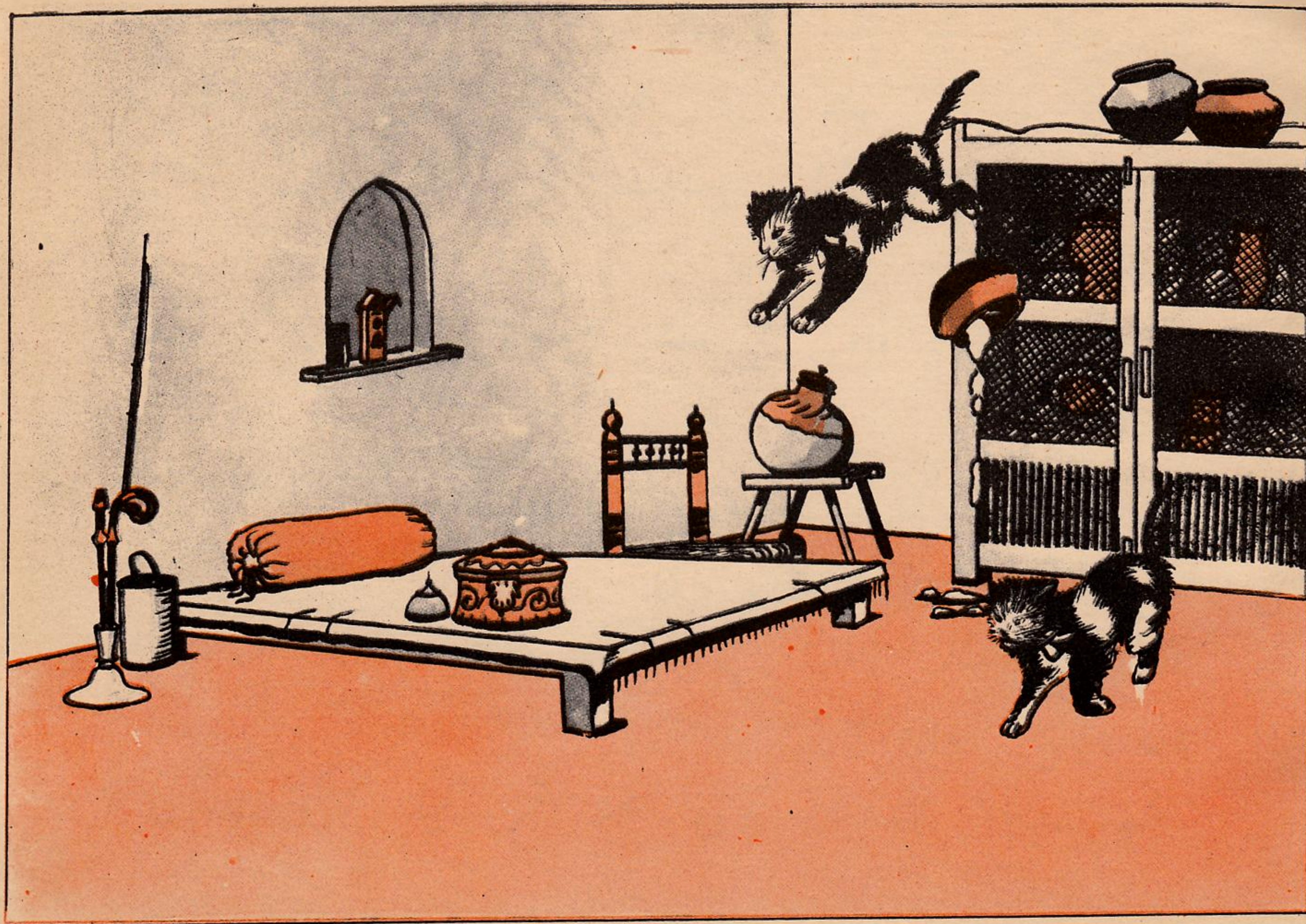
لائی کی ہنڈیا کو پنجہ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔"
مُندری بولی: "مجھے کیا خبر تھی کہ خالہ جان اس قدر عقل مند ہیں کہ گول پیندے کی ہنڈیا میں بالائی لائیں گی۔"
سُندری بولی: "واہ! سیدھے پیندے کی بھی کبھی ہنڈیا ہوتی ہے۔"
مُندری نے کہا: "اگر نہیں ہوتی تو بالائی کنستر میں لائی ہوتیں۔ غلطی خالہ جان کی اور سزا پاؤں میں۔ لیکن اگر سزا مجھے بُھگتنا پڑی تو دیکھنا میں ان سے کیسا بدلہ لیتی ہوں۔"
"چُپ رہو!" سُندری بولی۔ "بھلا تُم کیا کرسکتی ہو، اُن کا؟"

مُندری نے کہا: "کرکیوں نہیں سکتی؟ میں ان کے اون کے گولے میں اِس قدر اُلجھٹّے ڈال دوں گی کہ وہ عمر بھر یاد کریں گی۔"

مُندری عاجز ہوکر بولی: "خیر تم سے کون سوال جواب کرے۔ تُمھاری تو اوندھی کھوپڑی ہے۔"

مُندری نے کہا: "تُمھیں کیا جیسی بھی ہے ہماری ہے اور اچّھی ہے۔ ہم تو باغ میں جاتے ہیں وہاں جاکر ہم شیر شیر کھیلیں گے۔"

یہ کہہ کر مُندری باغ میں جا پُہنچیں اور جھاڑیوں کے پاس شیر کی طرح اکڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگیں۔ قریب تھا کہ شیر کی طرح چنگھاڑنیں لگتیں کہ ساتھ کی کوٹھی

سے میاں احمد کا کُتّا، موتی بھوں بھوں کرتا اِن کے سر پر آ نازل ہوا۔ یہ اپنی ساری شیری دیری بھول درخت پر چڑھ گئیں اور لگیں میاؤں میاؤں کرنے۔ کُتّے کے بھوکنے کی آواز سُن کر مُنّی سمجھ گئیں کہ موتی نے کسی بِلّی کو گھیر لیا ہے اور چند منٹ میں پھاڑ ڈالے گا۔ فوراً بھاگی ہوئی آئیں۔ کُتّے کو مار کر احاطے سے باہر نِکال دیا اور درخت پر سے مُندری کو اُتار کر سینے سے لپٹائے ہوئے اندر گھر میں لے گئیں اور امّی سے کہنے لگیں "دیکھو امّاں احمد کا کُتّا وقت بے وقت میری بِلّیوں کے سر ہوتا رہتا ہے۔ اگر میں نہ جاتی تو بچاری مُندری کی تِکّا بوٹی کردیتا۔"

امّی بولیں: "ہاں بی بی بہت ہی بُرا کُتّا ہے میں احمد
کی امّی سے کہلوادوں گی کہ اُسے بندھوا کر رکھا کریں۔"
مُندری نے جب یہ سُنا تو زور زور سے خُرخُر
کرنے لگی اور بالائی کی واردات اسی قصّے میں آئی گئی
ہوگئی۔

آٹھ دس دن کے بعد جب خالہ جان پانی پت
واپس جانے لگیں تو مُنّی کی امّی سے بولیں: "باجی بڑے
دنوں کی چُھٹّیوں میں آپ اور مُنّی پانی پت ضرور آئیے گا
بڑا لُطف رہے گا۔" مُنّی پاس ہی کھڑی تھیں۔ کہنے لگیں: "خالہ
جان دسمبر کی پچّیس تاریخ کو ہم مُندری اور سُندری کی
سال گرہ منائیں گے اور ایک پارٹی کریں گے۔ اگر آپ

اجازت دیں تو میں اِن کو بھی ساتھ لیتی آؤں۔ اِن کی
سال گرہ کی پارٹی ہم پانی پت ہی میں کردیں گے۔"
خالہ بولیں: "ہاں ضرور لانا۔ اچھّا ہے، میرے گھر میں
چُوہیاں بھی بہت ہوگئی ہیں۔ یہ دونوں مِل کر اُن کا پاپ
کاٹ دیں گی۔" بس پھر کیا تھا۔ مُنّی، اِس کی امّی اور
دونوں بِلّیوں کا پانی پت جانا طے ہوگیا۔
مُنّی کی بڑے دن کی چُھٹّیاں سترہ دسمبر سے شروع
ہوئیں اور اُسی روز سے پانی پت جانے کی تیّاری ہونے
لگی۔ بیس دسمبر کی صبح کو مُنّی اور اُس کی امّاں اور
سُندری مُندری پانی پت پُہنچ گئیں۔ اور اُسی دن بِلّیوں
کی سال گرہ کا انتظام شروع ہوگیا۔ مُنّی کا خالہ زاد

بھائی ہارون بھی بڑے شوق سے بھاگ بھاگ کر کام کرنے لگا اور مُنّی کی خالہ زاد بہن جو عُمر میں مُنّی کے برابر ہی تھی کمرے وغیرہ کی صفائی میں لگ گئیں۔

خدا خدا کرکے پچیّس تاریخ آئی۔ مُنّی نے اپنے بکس میں سے سُرخ رنگ کے بڑے خُوب صُورت ریشمی فیتے نکال کر دونوں بِلّیوں کے گلے میں باندھ دیے اور پارٹی کی تیّاریاں شروع ہوگئیں۔ جتنے مہمان آئے وہ سُندری مُندری کے لیے اچھّی اچھّی مِٹھائیاں ساتھ لائے۔

جب دسترخوان بچھا تو دونوں بِلّیوں کے لیے ایک طرف کو دو تشتریوں میں پانی پت کی عُمدہ بالائی رکھی گئی اور چائے شروع ہوئی سب لوگ خوب مزے

لے لے کر مٹھائیاں کھانے لگے اور سُندری مُندری بھی
خُرخُر کرتی اور بالائی کھاتی جاتی تھیں۔ سب مہمان اِن
بلّیوں کی تعریف کر رہے تھے کہ کِس قدر تمیز دار
ہیں اور کیسی صاف سُتھری طرح بالائی کھا رہی ہیں۔
جب پارٹی ختم ہوئی تو کھیل شروع ہوئے۔ پہلے
تو بچّوں نے آنکھ مچولی کھیلی۔ پھر چوہے بِلّی کا کھیل ہوا۔
جب بچّے بھاگ دوڑ کر تھک گئے تو سب ایک کمرے
میں جمع ہوئے تاکہ آرام سے بیٹھ کر گڑیوں کا کھیل
کھیلیں۔ اتنے میں سُندری اور مُندری بھی وہیں آ پہنچیں،
سب نے انھیں باری باری گود میں لے کر پیار کرنا
شروع کیا۔

مُنّی بولیں: "آؤ اِن بلّیوں کو اپنی گڑیوں کے کپڑے اُتار کر پہنائیں پھر دیکھنا کیسی اچھّی لگیں گی"

مُنّی اور اُس کی بہن نے مِل کر دونوں بلّیوں کو اپنی اپنی گُڑیوں کے نئے کارچوبی لہنگے اور کرتے پہناکر دوپٹّے اُڑھا دیے۔ بِلّیوں کو شیر بننے کا شوق تو ہوتا ہی ہے مگر گُڑیاں بن کر بیٹھنا اِنھیں بالکُل اچّھا نہیں لگتا۔ سُندری تو تھوڑی دیر میاؤں کرکے چُپ ہوگئی مگر مُندری کپڑے پہنتے ہی مُنّی کے ہاتھ میں سے نِکل یہ جا وہ جا۔ باغ میں پُہنچ کیاری میں گُھس گئی اور پل بھر میں سارا لہنگا کیچڑ میں لتھ پتھ کر دیوار پر چڑھ گئی۔

مُنّی اپنی گُڑیا کے لہنگے کی یہ گت بنتی دیکھ کر رونے

لگی۔ اِس پر اُس کی امّی بجائے مُندری کو بُرا بھلا کہنے کے اُلٹا مُنّی ہی کو ڈانٹنے لگیں: "جب دیکھو اُلٹے اُلٹے کھیل، جب دیکھو انوکھے شوق۔ بھلا تُم سے کِس نے کہا تھا کہ گُڑیا کا نیا لہنگا بِلّی کو پہنادو۔ بھلا بِلّیاں بھی کہیں کپڑے پہنتی ہیں؟ ذرا دیکھو تو اِس نے لہنگے کی کیا گت بنائی ہے۔" مُنّی نے ڈانٹ سُنی تو اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔ ہارون بہن کو یوں روتے دیکھ کر فوراً بِلّی کو اُتارنے دیوار پر چڑھ گیا مگر جب ہارون نے مُندری کو پکڑا تو اُس نے اِس زور کا پنجہ مارا کہ اُس غریب کا ہاتھ لہولہان ہوگیا۔ ہارون نے اِس وقت تو مُندری سے کچُھ نہیں کہا مگر بدلہ لینے

کا موقع ڈھونڈتا رہا۔ جب شام کے وقت سب مہمان جا چکے اور مُندری اور سُندری ایک جگہ بیٹھی تھیں تو سُندری نے کہا: "شرم تو نہیں آتی ہوگی تجھے کہ اوّل تو گُڑیا کا نیا کارچوبی لہنگا غارت کردیا۔ اِس پر بی مُنّی پر ڈانٹ ڈلوائی اور پھر ہارون میاں کے پنجہ مارا۔ دیکھنا تو سہی ہارون کیسی خبر لیں گے تمھاری"

مُندری اپنے کیے پر بہت پچھتائی اور شرمندگی کو دور کرنے کے لیے اِس نے طے کرلیا کہ خالہ جان کے گھر کی سب چوہیاں مارڈالے۔ بس دو تین ہی روز میں ہر طرف مُندری کی تعریفیں ہونے لگیں۔ اور مُندری تھی کہ سُن سُن کر پھولی نہ سماتی تھی۔ مگر ہارون میاں اب بھی

موقع کی تلاش میں تھے کہ اسے نوچنے کا مزا چکھائیں۔
ایک دن صُبح سویرے جب مُندری کو سخت بُھوک لگ رہی تھی تو ہارون کمرے میں آئے اور ایک صابن کی چُوہیا جس پر خُوب کونین مل رکھّی تھی لاکر چُپکے سے فرش پر رکھ دی۔ بی مُندری جو خالہ جان کے یہاں روز چُوہیاں پکڑ پکڑ کر اپنے آپ کو بہت بڑا شِکاری سمجھنے لگی تھیں فوراً اُس پر لپکیں اور اپنے تیز تیز دانت پُورے زور سے اُس میں گاڑ دیے۔ بس پھر کیا تھا، سب بچّے ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ گئے۔ تمام صابن مُندری کے دانتوں میں پھنس گیا اور سارا مُنھ اس قدر کڑوا ہوگیا کہ گھنٹوں میاؤں میاؤں کرتی پھری۔ اُس روز

سے مُندری نے عہد کرلیا کہ میں پھر کبھی کسی بچّے کے پنجہ
نہ ماروں گی۔ مگر اِس کی دوسری شرارتیں اب بھی ویسی
کی ویسی ہی ہیں اور بچاری سُندری اِسے ہمیشہ سمجھاتی
رہتی ہے۔ شاید مُندری اپنی اگلی سال گرہ تک کچھ نیک
بن جائے۔